مطبوعات

التبشیر برد التحذیر از مولینا سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی و مولینا غلام اللہ دکاڑوی
ناشر: مکتبہ فریدیہ، جناح روڈ، ساہیوال۔ قیمت: ۵/- روپے

یہ مولینا محمد قاسم نانوتوی کے رسالے "تحذیر الناس" کا مناظرانہ جواب ہے۔ اس کے دیباچے میں حافظ نعمت علی چشتی کا یہ فقرہ پڑھ کر رنج ہوا کہ (مولینا احمد سعید شاہ کاظمی نے) "مولوی محمد قاسم نانوتوی بانیٔ دارالعلوم دیوبند کی نام نہاد علمیت کا بھانڈا عین چوراہے میں پھوڑا ہے"۔ دین کے خادموں اور کتاب و سنت کے حاملوں کا طریقہ آپس میں افہام و تفہیم تو ہو سکتا ہے، بھانڈے پھوڑنے کے کھیل انہیں زیب نہیں دیتے۔ اس روش سے الحاد کی زد میں آئے ہوئے معاشرے کی تارک الدین اکثریت میں دین سے اور زیادہ بُعد پیدا ہوتا ہے۔

اس رسالے میں "تحذیر الناس" کی چودہ غلطیاں پکڑی گئی ہیں اور ان پر خوب بحث کی گئی ہے۔ بحث سے پہلے اصل ضرورت مولینا محمد قاسم کے نفسِ مضمون اور مدعا کو سمجھنے کی ہے۔ مولانا نانوتوی نے ابن عباسؓ کے اثر کو قبول کرتے ہوئے سات ایسی زمینوں کا تصور کیا ہے جن میں ذوی العقول آباد ہیں یا ہو سکتے ہیں اور ان کے لیے نظامِ ہدایت اور سلسلۂ نبوت و الہام ہونا چاہیے۔ کہیں ایسی مخلوق حال میں ہو سکتی ہے، کہیں ماضی میں رہی ہو گی اور کہیں مستقبل میں نمودار ہو سکتی ہے۔ کوئی چاہے تو اثر ابن عباس کو بہ بنائے دلائل نہ مانے، مگر ماننے والے بھی ہو سکتے ہیں، خصوصاً اہل تصوف میں۔ علامہ اقبال نے

بھی اس تصور کے تحت یہ کہا کہ:

ہر کجا ہنگامۂ عالم بود رحمۃ للعالمینے ہم بود
یا ز نورِ مصطفےٰ اورا بہاست یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ ست

اب اس تصور کے ماننے والوں کے سامنے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کائنات کے بعید ترین گوشوں میں کہیں بھی حیات ہے اور کوئی ذی عقل مخلوق پائی جاتی ہے تو کیا اس کے لیے نبی و رسول ہونے چاہئیں یا نہیں؟ اگر ہونے چاہئیں تو سوال یہ ہے کہ جہاں یہ سلسلہ ہماری زمین سے پہلے چل کر خاتمیت تک پہنچ چکا، یا جہاں یہ سلسلہ ہمارے متوازی جاری ہے یا جہاں یہ سلسلہ مستقبل میں مکمل ہوگا یا بعد ہی میں آغاز کرے گا۔ وہاں کے انبیاء کے متعلق حضورؐ کے خاتم النبیین ہونے اور "لا نبی بعدی" کے ہوتے ہوئے کیا حکم لگایا جائے گا؟ یہ وہی آبادیاں ہیں جن کے انبیاء کو آپ کے حوالہ کے مطابق صوفیا نے ہماری زمین کے مقدسین کے "حقائق مثالیہ" قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں کئی سوال حل طلب ہیں۔ مثلاً یہ کہ ولقد کرمنا بنی آدم الخ میں کرامتِ آدم سے کیا یہ مراد ہے کہ تمام سابق، موجودہ یا آئندہ کائنات میں آدم کو افضلیت دی گئی ہے؟ حالانکہ شرف و کرامت کے مختلف مدارج مختلف جگہ پائے جاتے ہیں۔ نیز بنی آدم کی ایک وہ عمومی کرامت ہے جو "وحملناھم فی البر والبحر" کے اشارہ سے بیان کی گئی ہے اور اس میں مومن و کافر سب شریک ہیں، دوسری حقیقی کرامت وہ ہے جو صرف اہلِ ایمان و تقویٰ کو حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ سوال کہ رحمۃ للعالمین کے دائرۂ مفہوم میں تمام کائنات کو لیا جائے یا جملہ انسانی نسلوں اور اقوام کو؟ پھر یہ سوال کہ کیا دوسرے امکانی عوالم کے خاتمینِ رسالت کو حضورؐ کے اتباع میں شمار کیا جائے؟ وغیرہ یہ سارے سوال کسی نہ کسی شکل میں تحذیر الناس میں زیر بحث آتے ہیں۔

اِسی سلسلے میں وہ باتیں آتی ہیں جن کا اطلاق اگر محض آدمیانِ زمین تک محدود کر دیا جائے تو وہ الجھنیں پیدا کرتی ہیں مثلاً یہ جملہ کہ "انبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض لے کر امتیوں کو پہنچاتے ہیں" یا "اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکسِ محمدی ہے"۔

یا یہ کہ "کمالاتِ انبیائے سابق اور انبیائے ماتحت کمالاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفاد ہیں"۔

واضح رہے کہ یہاں یہ امر بعید ترین امکان کی حد تک بھی مراد نہیں کہ حضورؐ کے بعد اس زمین پر کمالات نبوی سے فیض پا کر کوئی دوسرا نبی آنیوں میں سے اُٹھے۔

کسی کو اختلافی بحث کرنی ہو تو وہ اصل بنائے بحث پر کرے، نہ یہ کہ اس کے فروع پر۔

اِس گفتگو کے یہ معنی نہیں کہ راقم رسالہ تحذیر الناس میں درج شدہ ہر عبارت کو صحیح سمجھتا ہے۔ مولینا نانوتوی کے کئی ذاتی نظریات ایسے ہیں جن سے میں مطمئن نہیں ہو سکا، مثلاً "انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں، باقی رہا عمل تو اس میں بسا اوقات بظاہر اُمتی مساوی ہو جاتے ہیں۔ بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں"۔ اگرچہ اس میں لفظ "بظاہر" جملے کا اچھا مصلح ہے اور اس کی وجہ سے واقعات کی تاویل تعبیر کی راہیں کھل جاتی ہیں، مگر میں سمجھتا ہوں کہ اظہار مدعا کے لیے اس سے بہتر عبارات اختیار کرنی چاہئیں۔

بہرحال اصل رسالہ تحذیر الناس کے بخلاف ردِ تحذیر کا انداز حریفانہ اور مناظرانہ ہو گیا ہے۔ بجائے اس کے کہ اگر بحث اصل موضوع اور متعلقات پر مثبت انداز سے اور متوازن طریق سے ہوتی تو خالص علمی لٹریچر میں مفید اضافے کے ساتھ دین کی زیادہ بہتر خدمت ہوتی۔ اب تو نقشہ محاذ آرائی اور چوراہے میں علم کی ہنڈیا پھوڑنے کا ہے۔

پھر بھی میں یہ ضرور کہوں گا کہ کئی مفید نکات اس جوابی رسالے میں بھی موجود ہیں۔